جناب امین الحق نوری

فتح الغفور

اور

وضع الیدین علی الصدور

حضرت مولانا محمد حیات صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ عالم اور نیک سیرت انسان تھے۔ انہوں نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کے اثبات میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ تصنیف فرمایا تھا جس کا نام ہے "فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور"۔ ذیل میں اسی تحقیقی رسالہ کا خلاصہ اردو میں پیش کیا جا رہا ہے۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ [1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ میں جملہ "وَانْحَرْ" کی تفسیر یوں فرمائی:۔

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى وَسَطِ سَاعِدِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلٰى صَدْرِهٖ

---

[1] پ ۳۰۔ سورۃ الکوثر آیت نمبر ۲

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی کے وسط (درمیان)
پر رکھا پھر آپ نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیے ۔[1]

فائدہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی متذکرہ بالا حدیث کو امام بخاریؒ نے تاریخ میں اس طرح ذکر کیا ہے "عَنْ اَنَسٍ مِثْلَهٗ اَوْ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" مگر امام بیہقی اور ابوالشیخ نے اس روایت کو مرفوع بلا حرف شک بیان کیا ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا ہے ۔ ادھر تمام فقہاء اہل اصول اور محققین محدثین کے ہاں مسلمہ اصول ہے کہ رواۃ کے مابین رفع و وقف میں اختلاف کے وقت، رفع کو ترجیح ہوتی ہے تو رفع میں جزم اور رفع میں شک کے اختلاف کے وقت، رفع بطریق اولیٰ راجح ہونا چاہیے ۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر یوں منقول ہے :۔

وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى وَسَطِ يَدِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلٰى صَدْرِهٖ

کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دایئں ہاتھ کو اپنے بایئں ہاتھ کے وسط (درمیان) پر رکھا ۔ پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ پر رکھ لیا ۔[2]

ملا اللہ داد حنفی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں :۔

اِذَا كَانَ حَدِيْثُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ ضَعِيْفًا وَمُعَارَضًا بِاَثَرِ عَلِيٍّ بِاَنَّهٗ فَسَّرَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ يَجِبُ اَنْ يَّعْمَلَ بِحَدِيْثِ وَائِلٍ الَّذِيْ ذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ

یعنی جب زیر ناف ہاتھ باندھنے کی حدیث ضعیف اور حضرت علیؓ کے اس اثر کے خلاف ہے جس میں انہوں نے آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی سینہ پر ہاتھ

---

[1] بیہقی و ابوالشیخ [2] بیہقی ، التاریخ للبخاری ، التمہید لابن عبدالبر ، دارقطنی ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ، معراج الدرایہ ، ابن جریر ، ابن منذر ، ابن ابی حاتم ، ابوالشیخ ، حاکم ، ابن مردویہ در منثور ۔

باندھنے سے تفسیر فرمائی ہے تو ان حالات میں حضرت وائل کی اس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے جس کو امام نووی نے ذکر کیا ہے۔

حضرت وائل کی حدیث ——— جس کی طرف ملا اللہ داد صاحبؒ نے اشارہ فرمایا ہے ——— آگے آرہی ہے اور اس میں سینہ پر ہاتھ باندھنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا گیا ہے۔

بعض علماء نے امام حاکمؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کا اثر اس آیت کی تفسیر میں حسن ترین ہے۔ اور بعض کا قول "حضرت علیؓ کے اثر کا مفہوم ہے سینہ کے قریب ہاتھ باندھنا اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب ہاتھ سینے سے نیچے باندھے جائیں" عقلی اور نقلی طور پر غلط ہے۔

ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ——— جن کے لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ التَّاْوِیْلَ (خدایا عبد اللہ بن عباسؓ کو تاویل و تفسیر کا علم عطا فرما۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَضْعَ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ عِنْدَ النَّحْرِ فِی الصَّلٰوۃِ

کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نحر کے پاس رکھنا[1]

فائدہ

اہل علم پر مخفی نہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے اثر در تفسیر وَانْحَرْ اگرچہ بظاہر موقوف معلوم ہوتے ہیں مگر ہیں وہ مرفوع ہی کیونکہ لغت، اجتہاد اور سابقہ تعلیمات میں اِنْحَرْ کا یہ معنی کہیں نہیں ملتا اور ایسی موقوفات کو محدثین حکماً مرفوع ہی بتاتے ہیں۔ تو حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے دونوں اثر حضرت انسؓ کی حدیث کی طرح مرفوع ہی ہیں، فرق صرف اس قدر ہے کہ اول الذکر دونوں صحابیوں نے اسے لفظاً و صریحاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا۔

تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث اور حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

---

[1] التمہید لابن عبد البر، التاریخ للبخاری، ابن ابی حاتم، ابن شاہین، ابن مردویہ، بیہقی، خازن، ابن جریر

کے حکماً مرفوع آثار سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قول وَانْحَرْ سے نماز میں سینے پر باندھنا مراد ہے۔ تو نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت قرآن مجید ہی میں مل گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک اس کے بعد اس کا ثبوت احادیث سے بھی ملاحظہ ہو۔

• دوسری دلیل

حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی فَوَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی عَلٰی صَدْرِہٖ تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کے اوپر اپنے سینے پر رکھا[1]

فائدہ

اس حدیث کی بعض سندیں تو واقعی ضعیف ہیں اور بعض دیگر اسانید صحیح بھی ہیں لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔ اسی لیے امام ابن خزیمہؒ نے اسے اپنی صحیح میں جگہ دی۔ صحیح نہ بھی ہو حسن تو یقیناً ہے۔

سوال

قاسم بن قطلوبغا مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کرتے ہیں:۔

وکیع عن موسیٰ بن عمیرۃ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ ھٰذَا سَنَدٌ جَیِّدٌ

کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر نماز میں زیر ناف رکھا ہوا تھا۔ یہ سند جید ہے۔

---

[1] صحیح ابن خزیمہ، طبرانی، بزار، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، خلاصۃ الکلام

جواب

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں زیادت "تَحْتَ السُّرَّةِ" کے ثبوت میں نظر ہے بلکہ یہ زیادت غلط ہے جس کا منشا سہو ہے۔ کیونکہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کے ایک صحیح نسخہ کی طرف مراجعت کی تو میں نے اس حدیث کو اسی سند اور ان ہی الفاظ کے ساتھ دیکھا مگر اس میں "تَحْتَ السُّرَّةِ" کے لفظ نہیں تھے۔ اور اس میں اس حدیث کے بعد حضرت نخعی کا اثر ذکر کیا گیا ہے جس کے الفاظ اس حدیث کے الفاظ سے ملتے جلتے ہیں اس اثر کے آخر میں یہ لفظ ہیں "فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّةِ" شاید کاتب کی نظر ایک مقام سے اچک کر دوسرے مقام پر جا پڑی تو اس نے موقوف کے لفظ مرفوع میں درج کر دیے۔

تمام نسخوں کے اس زیادت پر متفق نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بہت سے اہل حدیث حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور انہوں نے اس میں "تحت السرۃ" کے لفظ ذکر نہیں کیے بلکہ میں نے ان میں سے قاسم کے سوا کسی ایک رجل کو بھی یہ زیادت ذکر کرتے نہ دیکھا نہ سنا۔ دیکھیں یہ ابن عبد البرؒ ہیں۔ اپنے زمانہ کے حافظ تمہید میں لکھتے ہیں :

"ثوریؒ اور امام ابو حنیفہؒ "اسفل السرۃ" کے قائل ہیں اور یہ قول حضرت علیؓ اور ابراہیم نخعیؒ سے بھی روایت کیا گیا ہے مگر یہ ان دونوں بزرگوں سے ثابت نہیں"

پس اگر یہ صحیح حدیث ان الفاظ کے ساتھ —— جو قاسم بن قطلوبغا نے ذکر کیے ہیں —— مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہوتی تو حافظ ابن عبد البر اسے اس مقام پر ضرور بالضرور ذکر فرماتے۔ باوجودیکہ انہوں نے اس باب اور دیگر ابواب میں ابن ابی شیبہ کی روایات بکثرت نقل کی ہیں۔

اور یہ حافظ ابن حجرؒ —— جنہیں اپنے دور کا حافظ سمجھا جاتا ہے —— فتح الباری میں رقم طراز ہیں :——

"ابن خزیمہؒ نے وائل کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سینے پر باندھے الخ اور مسند امام احمدؒ میں حضرت ھُلب کی حدیث میں بھی ایسے ہی ہے۔"

اور حافظ صاحب احادیث ہدایہ کی تخریج میں لکھتے ہیں :-

"حضرت علیؓ کے اثر کی سند ضعیف ہے اور وائل بن حجر کی حدیث اس سے معارض ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی تو آپؐ نے دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر سینے پر باندھا"

اور انہوں نے رافعی کی احادیث کی تخریج میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے. تو اگر یہ زیادت مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہوتی تو حافظ صاحب یقیناً اسے اس مقام پر بیان فرماتے. جبکہ حافظ صاحب کی کتابیں مصنف ابن ابی شیبہ کی احادیث و آثار سے بھری پڑی ہیں. لہذا انہوں نے اس مقام پر اقتصار و اختصار سے کام نہیں لیا جیسے کہ علامہ سیوطی صاحبؒ کا خیال ہے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ زیلعی صاحب ——— جو حنفی مذہب کے دلائل جمع کرنے میں اپنا دامن سنبھالے ہوئے ہیں ——— اس زیادت کا کتب حدیث میں کھوج لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکے ورنہ وہ لازماً اسے بیان فرماتے حالانکہ وہ دوسرے علماء سے ——— وسیع ترین اطلاع و مطالعہ کے مالک بھی ہیں.

اور دیکھیے یہ صاحبِ "قاموس" اپنی کتاب صراط ——— جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں تصنیف کی ——— میں لکھتے ہیں کہ :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر سینہ پر باندھا کرتے تھے جیسے کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حدیث روایت کی ہے"

اور یہ اپنے وقت کے حافظ علامہ سیوطی اپنی کتاب "وظائف الیوم واللیلہ" میں تحریر فرماتے ہیں"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینے پر باندھ لیتے"

جبکہ سیوطی صاحب نے اپنی کتاب الجامع الکبیر میں مسند وائل کے تحت مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نو احادیث بیان کی ہیں جن سے بعض کے الفاظ ہیں :-

"رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ"

اور یہی الفاظ صاحبِ "نقد الصرۃ" نے نقل کیے ہیں مگر انہوں نے "تحت السرۃ" کا اضافہ کر دیا.

پس اگر یہ زیادت مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہوتی تو علامہ سیوطی اسے اس مقام پر

ضرور بالضرور بیان کرتے۔

اور لو یہ علامہ عینی صاحب ــــــــ جو اپنی تصانیف میں رطب و یابس جمع کرنے کے عادی ہیں ــــــــ "بخاری" کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

"امام شافعیؒ نے حضرت وائل ؓبن حجر کی حدیث سے احتجاج کیا ہے جسے ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر سینے پر باندھا"

اور ہمارے حنفی علماء کے لیے کمزور اور غیر ٹھوس دلائل سے استدلال کیا جاتا ہے تو اگر یہ زیادت مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہوتی تو عینی صاحب یقیناً اسے اس جگہ بیان فرماتے جب کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں ابن ابی شیبہ سے بہت زیادہ مواد نقل کیا ہے۔

اور دیکھیں یہ ابن امیر الحاج حنفیؒ ــــــــ جو تحقیق و وسعت مطالعہ میں اپنے استاذ ابن ہمام حنفیؒ کے خلف الرشید ہیں ــــــــ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:۔

"سنت سے ثابت تو دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر رکھنا ہی ہے اور ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں جو بدن سے اس جگہ کی تعیین کے لیے موجب و مثبت ہو، جہاں ہاتھ باندھے جائیں۔ ہاں وائل بن حجر کی متذکرہ بالا حدیث سے ثابت ہے جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا بیان ہے"

اور صاحب البحر نے بھی ایسے ہی لکھا ہے۔ تو اگر بالفرض حدیث اس زیادت سمیت مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہوتی تو حضرت ابن امیر الحاج حنفی لا دُ ثم لازماً اسے ذکر فرماتے جبکہ ان کی شرح ابن ابی شیبہ کے منقولات سے اٹی پڑی ہیں۔

پس یہ ہیں وہ امور جو اس زیادت "تحت السرۃ" کی صحت میں قادح ہیں اور صحت سند کو صحت متن لازم نہیں۔ مختلف طرق و اسانید کی تتبع اور روایات میں نظر و فکر سے ہی شاذ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جب یہ باتیں آپ کے ذہن نشیں ہوگئیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ زیادت "تحت السرۃ" نہ تو قطعی الثبوت ہے اور نہ ہی ظنی الثبوت بلکہ یہ زیادت تو صرف اور محض موہوم الثبوت ہے اور موہوم سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوا کرتا کیونکہ اثبات حکم شرعی

کے لیے کم از کم ظنی الثبوت دلیل کا ہونا ضروری ہے اور جیسے معتبر اور ٹھوس وجہ و طریق سے ثابت شدہ چیز کا انکار حرام ہے ویسے ہی اس چیز کا اثبات حرام ہے جو معتبر اور ٹھوس وجہ و طریق سے ثابت نہ ہو۔ صرف وہم ہی وہم کے بل بوتے پر کسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں۔

سوال

قاسم بن قطلوبغا فرماتے ہیں:۔

"ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ایک شرط لگا رکھی ہے۔ اگر وہ شرط کسی حدیث میں موجود ہو تو اس میں صحت موجود ہو گی ورنہ نہیں۔ اور اس شرط کو حافظ ابن حجرؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ وہ حدیث کو پہلے معلق ذکر نہیں کریں گے اور اگر وہ اسے پہلے معلق بیان کر دیں تو وہ ان کی شرط پر نہیں ہو گی اور اگر وہ اسے اس کے بعد مسند بیان کر دیں تو بھی احتمال ہے کہ انہوں نے پہلے اسے ویسے ہی ذکر کیا ہو۔"

جواب

اگر قاسم صاحب یہ جرح و قدح اس حدیث میں ثابت کر دیں اور دلائل سے بتا دیں کہ انہوں نے واقعی اس حدیث کو پہلے معلق بیان کیا ہے پھر تو یہ کلام مسموع و قابل سماعت ہو سکتا ہے اور اگر وہ یہ بات دلائل سے نہ بتا سکیں تو معلوم ہو گا کہ اس حدیث میں یہ جرح سرے سے ہے ہی نہیں۔ کیونکہ اگر اس میں یہ جرح ہوتی تو وہ اسے ضرور قلمبند کرتے۔ بھلا وہ اس علت کے ہوتے ہوئے اسے کیسے چھوڑ سکتے ہیں جبکہ انہوں نے اپنی کتاب ہی اپنے مذہب کے دلائل کو ترجیح اور خصم و مخالف کے دلائل کی تضعیف کرنے کے لیے تصنیف کی ہے تو ان کی یہ بات نرا احتمال ہی احتمال ہے اور احتمالِ بلا دلیل صحت استدلال کے لیے مضر نہیں۔

دیکھیے یہ حافظ ابن حجر ہیں جنہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا اور مخالف حدیث سے اس کا معارضہ قائم کیا اور اگر اس میں یہ علت ہوتی تو حافظ صاحب اسے ضرور بیان فرماتے اور اس جیسے محقق اور منصف مزاج امام کا نصرتِ مذہب کی خاطر جان بوجھ کر ایسی علل کو بیان

نہ کرنا انتہائی بعید ہے۔

تیسری دلیل

حضرت ھلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے" [1]

چوتھی دلیل

حضرت طاؤس فرماتے ہیں :۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہاتھ سینے پر باندھا کرتے تھے"

فائدہ

یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل احناف کے نزدیک حجت ہے بلکہ صاحب تنقیح وتوضیح اور صاحب حسامی تو مرسل سے متعلق فرماتے ہیں :۔

"ھو فوق المسند　　کہ مرسل قوت میں مسند سے بھی بڑھی ہوئی ہے"

لہذا احناف حضرات کے ہاں اس حدیث سے استدلال درست ہے۔

تو معلوم ہوا کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اصلِ اصیل اور دلیلِ جلیل سے ثابت ہے اس لیے اہل ایمان کو اس سے استنکاف واعراض نہ کرنا چاہیے بھلا ایک مسلمان اس چیز سے اعراض کیسے کر سکتا ہے جو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلائل ثابت ہو جنہوں نے فرما رکھا ہے :۔

"تم سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا حتی کہ اس کی ہوئی وخواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جو میں لایا ہوں"

اللھم اھدنا لما اختلف فیہ من الحق باذنک فانک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم

---

[1] مسند امام احمد